156

نظریۂ تصوف اور اقبال

تصوف اقبال کی شاعری کا ایک اہم موضوع ہے ۔ چنانچہ اس موضوع پر انہوں نے اپنا نقطۂ نظر اپنے خطوط ، مقالات اور اپنی شاعری کے ذریعے واضح کیا ہے۔ اس مقالے کے پہلے تین ابواب میں تصوف ، وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی مختصر تاریخ ، اس کے اثرات ، اسکی اہمیت و افادیت کا ایک جائزہ پیش کیا گیا اور اس بات کی وضاحت و صراحت کی گئی کہ اسلامی تصوف کن بنیادوں پر قائم ہے اور اس کے خدّ و خال کیا ہیں ؟ مقالے کے اگلے ابواب میں نظریۂ تصوف کے سلسلے میں اقبال کا رویّہ اور رد عمل کیا رہا ہے ، اس سے تفصیلی بحث ہوگی ۔ اس ضمن میں سب سے پہلے ان خطوط کو مد نظر رکھنا ہوگا جو اقبال نے وقتاً فوقتاً اپنے ہم عصر شعراؔ ، علماء اور مشاہیر کے نام لکھے ہیں ۔ خطوط کے مطالعے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اقبال اسلامی تصوّف کے کسی بھی صورت میں مخالف نہیں تھے ، بلکہ صورت حال یہ ہے کہ وہ اسلامی تصوف اور اسکے ساتھ وابستہ اعمال و اشغال کی بھر پور تائید کرتے ہیں ۔

تصوف ایک خالص روحانی تحریک و تنظیم کا نام تھا ۔ لیکن مرور ایام کے ساتھ اس میں غیر اسلامی خیالات اور دیگر مذاہب و ادیان کی اساطیری روایات بڑے ہی خاموش طریقے سے داخل ہوتی گئیں ۔ جس کے نتیجے میں تصوف کی روح اور اس کے مقاصد دھیرے دھیرے اپنی افادیت کھو بیٹھنے لگے ۔ اقبال نے اپنے ایک ہمعصر خواجہ حسن نظامی کے نام 18 دسمبر 1915ء کو ایک خط میں لکھا :

"مجھے خوب معلوم ہے کہ آپ کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے عشق ہے ۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ کو ایک حقیقت اسلامی معلوم ہو جائے اور آپ اس سے انکار کریں بلکہ مجھے ابھی یقین ہے کہ آپ بالآخر میرے ساتھ اتفاق کریں گے ۔ میری نسبت بھی آپ کو معلوم ہے کہ میرا فطری اور آبائی میلان تصوف کی طرف ہے اور یورپ کا فلسفہ پڑھنے سے یہ میلان اور بھی قوی ہو گیا تھا ۔ کیونکہ فلسفۂ یورپ بحیثیت مجموعی وحدت الوجود کی طرف رخ کرتا ہے ۔ مگر قرآن پر تدبر کرنے اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ مجھے اپنی غلطی معلوم ہوئی اور میں نے محض قرآن کی خاطر اپنے قدیم خیال کو ترک کر دیا اور اس مقصد کے لئے مجھے اپنے فطری اور آبائی رجحانات کے ساتھ خوفناک دماغی اور قلبی جہاد کرنا پڑا ہے" [1]

متصوفین میں سے اکثر و بیشتر وحدت الوجود کو تصوف کا ایک لازمی حصہ سمجھتے ہیں ۔ اقبال نے شیخ اکبر محی الدین عربی اور حافظ شیرازی کی مخالفت اور ان کے افکار کی اس لئے نکتہ چینی کی کہ مذکورہ دونوں بزرگوں نے "وحدت الوجود" کو فلسفیانہ رنگ و آہنگ

---

1 روح مکاتیب اقبال — ص 157 — محمد عبداللہ قریشی — اقبال اکادمی پاکستان

بخش کر اسے تصوف کا جزو لا ینفک بنا دیا تھا ۔ چنانچہ اقبال کو یورپ کا فلسفہ بھی مجموعی طور پر وحدت الوجود کی طرف سرکتا دکھائی دیا اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یورپی فلسفہ میں الحاد اور مذہب سے بیگانگی کے عناصر شامل ہیں ۔ تصوف کے افکار و نظریات پر فلسفۂ وحدت الوجود کی گہری چھاپ گذشتہ کئی صدیوں سے برابر قائم ہے ۔ اقبال نے ان وجوہ کی بنیاد پر غیر اسلامی تصوف کی مخالفت کی ۔ اس سلسلے میں اعجاز الحق قدوسی اپنی کتاب "اقبال کے محبوب صوفیہ" میں رقمطراز ہیں ۔

"شاعر مشرق علامہ اقبال کے متعلق بعض حلقوں میں اس خیال کا اظہار کیا جاتا ہے کہ وہ تصوف کے مخالف ہیں ۔ اس غلط فہمی کی بنیاد دراصل اس امر پر مبنی ہے کہ علامہ نے جابجا اپنی نظم و نثر میں اس تصوف کی کھلم کھلا مخالفت اور مزاحمت کی ۔ جس کا سرچشمہ قرآن و حدیث نہیں ہے ۔ اقبال اس تصوف کے مخالف تھے جس کا خمیر عجمی خیالات اور فلسفہ کی آمیزش سے تیار کیا گیا تھا اور جس نے خالص اسلامی تصوف کے سرچشموں کو گدلا کر دیا تھا ۔ انہوں نے شیخ محی الدین ابن عربی اور حافظ شیرازی کی اس لئے مخالفت کی کہ ان کے مخلصانہ خیال کے مطابق اول الذکر نے مسئلہ وحدت الوجود کو فلسفے کی شکل دے کر اسلامی تصوف کا جزو بنا دیا اور انکے اس نظریے کی دلآویزی نے مسلمانوں کے دل و دماغ پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ حضرت مجدد الف ثانی سے پہلے تک اکثر صوفیہ اس نظریے کی رنگینیوں میں گم ہو کر اس سے متاثر رہے ۔" [1]

---

1 اقبال کے محبوب صوفیہ (پیش لفظ ص و) اعجاز الحق قدوسی ۔ اقبال اکادمی پاکستان

ابن عربی اور حافظ شیرازی کے خیالات کو ان کے ہم عصروں نے نہ صرف قبول کیا، بلکہ اپنی تعلیمات کا جزو بھی بنا لیا ۔ عربی نیز فارسی اور اردو کے کئی شعراء نے وحدت الوجود کے فلسفے کو اپنی شاعری میں اپنایا اور اس فلسفے نے رنگا رنگ قسم کے گل بوٹے شعر و سخن کے گلستانوں میں پیدا کئے ۔ آگے چل کر قدوسی صاحب لکھتے ہیں :

" عراقی نے سب سے پہلے لمعات میں ، جو نظم و نثر میں ہے ، اس فکر کو شعر کے قالب میں ڈھالا ۔ پھر آخر الذکر ، حافظ شیرازی نے اپنی شیریں نوائی اور سحر بیانی سے غزل کے روپ میں اسکو دو آتشہ کر دیا اور بقول علامہ اقبال یہ فلسفہ اسقدر سکر آلود اور خواب آور تھا کہ اس نے مسلمانوں پر نہایت ہی ناخوشگوار اثر ڈالا ۔ خودی کی نفی ، ذوق عمل اور جد و جہد کی رفتار کو مفقود کر دیا ۔ عمل محکم اور سعیٔ پیہم کا تصور ایک خواب و خیال ہو کر رہ گیا پھر رندی و سر مستی کی تلقین نے جزا و سزا کے تصور کو مضمحل کر دیا ۔ "[1]

اقبال کے خیال میں وحدت الوجود کا نظریہ فی الاصل افلاطون کے تصورات کی پیداوار ہے اور صوفیہ ان تصورات و احساسات کو " اعیان ثابتہ " سے تعبیر کرتے ہیں ۔ وحدت الوجود کو مسلک گوسفندی کا ہم معنی ٹھہراتے ہوئے اس سے احتراز برتنے کی تلقین کرتے ہوئے اور افلاطون کے اس فلسفے پر تنقید کرتے ہوئے اسرار خودی میں فرماتے ہیں :

راہب دیرینہ افلاطون حکیم
از گروہ گوسفندان قدیم
رخش او در ظلمت معقول گم
در کہستان وجود افگندہ سم

1 اقبال کے محبوب صوفیہ ص ر — اعجاز الحق قدوسی ، اقبال اکادمی پاکستان

گفت سر زندگی در مردن است

شمع را صد جلوه از افسردن است

بر تخیل ہائے ما فرمانروا است

جام او خواب آور و گیتی ربا است

گوسفندی در لباس آدم است

حکم او بر جان صوفی محکم است

فکر افلاطون زیاں را سود گفت

حکمت او بود را نابود گفت

منکر ہنگامۂ موجود گشت

خالق اعیان نا مشہود گشت

قوم ہا از سکر او مسموم گشت

خفت و از ذوق عمل محروم گشت [1]

اقبال ان تمام نظریات و تصورات کو غیر اسلامی سمجھتے ہیں جنکی تعلیم ابن عربی اور حافظ شیرازی اور دیگر وجودی رہنماؤں نے دی تھی ۔ شاہ سلیمان پھلواری کے نام اپنے ایک خط مورخہ 24 فروری 1914 کو لکھتے ہیں :-

" میرے والد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فتوحات (مکیہ) اور فصوص (الحکم) سے کمال توغل رہا ہے ۔ چار برس کی عمر میں میرے کانوں میں ان کا نام اور انکی تعلیم پڑنی شروع ہوئی اور جوں جوں علم اور تجربہ بڑھتا گیا ، میرا شوق اور واقفیت زیادہ ہوتی گئی

کلیات فارسی (اسرار و رموز) ــــ ص 28 ـ 29 ــــ ڈاکٹر محمد اقبال ــــ ناشر کتب خانہ نذیر مسلم منزل کھاری باولی دہلی ــــ 6

اسوقت میرا عقیدہ ہے کہ حضرت شیخ کی تعلیمات قرآن کے مطابق
نہیں ہیں - ممکن ہے کہ میں غلطی پر ہوں - آپ از راہ عنایت
چند اشارات تسطیر فرمائیں - میں ان اشارات کی روشنی میں "فصوص
اور فتوحات کو پھر دیکھوں اور اپنے علم و رائے میں مناسب ترمیم
کروں گا۔"[1]

علامہ کا یہ لکھنا کہ "میرا عقیدہ ہے کہ حضرت شیخ کی تعلیمات قرآن کے مطابق نہیں۔" اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ قرآن مجید جو ضابطۂ حیات اور دستورالعمل انسانیت کو فراہم کرتا ہے اس کا براہ راست ٹکراو وحدت الوجود کے نظریے سے ہوا ہے۔ سید فصیح اللہ کاظمی الہ آبادی کے نام اپنے ایک مکتوب مورخہ 15 جولائی 1916 کو لکھتے ہیں :-

"حافظ شیرازی کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ میری مثنوی
"اسرار خودی" کا ایک جزو ہے - اس میں خواجہ حافظ کے تصوف
پر اعتراض ہے - میرے نزدیک تصوف وجودی مذہب اسلام کا کوئی
جزو نہیں بلکہ مذہب اسلام کے مخالف ہے اور یہ تعلیم غیر مسلم
اقوام سے مسلمانوں میں آئی ہے -"[2]

فلسفۂ خودی اقبال کے فکری ریاض کا ایک کرشمہ ہے - اس فلسفے کو اقبال نے عرفان ذات ، خود اعتمادی ، اور خدا اعتمادی کے معنوں میں استعمال کیا ہے - عرفان ذات اور معرفت

---

1 روح مکاتیب اقبال ـــ ص 143 ـــ از محمد عبداللہ قریشی اقبال اکادمی پاکستا
2 روح مکاتیب اقبال ـــ ص 153 ـ محمد عبداللہ قریشی ، اقبال اکادمی پاکستان

162

نفس انسان کے اندر ایک فطری شے ہے اور اسکو پروان چڑھانا اور فروغ بخشنا اقبال کے نزدیک ایک لازمی امر ہے - فرماتے ہیں : -

زندہ یا مردہ یا جاں بہ لب
از سہ شاہد کن شہادت را طلب
شاہد اول شعور خویشتن
خویش را دیدن بہ نور خویشتن
شاہد ثانی شعور دیگرے
خویش را دیدن بہ نور دیگرے
شاہد ثالث شعور ذات حق
خویش را دیدن بہ نور ذات حق [1]

لیکن حافظ شیرازی نے خودی کے تصور کی اپنے اشعار میں نفی کی ہے - ان کے ہاں اس قسم کے اشعار ملتے ہیں :

فکر خود ورائے خود در عالم رندی نیست
کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

ایک دوسرے موقعے پر کہا ہے :-

تا فضل وعقل بینی بے معرفت نشینی
یک نکتہ ات بگویم خود را بیں کہ رستی [2]

اقبال نے نفی خودی اور فلسفۂ وحدت الوجود سے پیدا ہونے والے مضر اثرات کو محسوس کیا اور مضبوط دلائل و براہین کے ذریعے اس کا رد کیا - وحدت الوجود کے قائل اپنے فلسفے

---

1 کلیات فارسی اقبال ـــ کتب خانہ نذیریہ دہلی
2 دیوان حافظ ـــ حافظ شیرازی ـــ اشعار منقول از "اقبال کے محبوب صوفیہ ـــ ... ی ـــ اعجاز الحق قدوسی

کی ترتیب و تشکیل کے موقعے پر یہ بات پیش کرتے ہیں کہ وجود ایک ہے ۔ دنیا وما فیہا کا کوئی وجود نہیں ، جو کچھ ہماری نظروں کے سامنے ہے ، یہ سب فریب ہے ، وجود صرف خدا کا ہے اور باقی سب ہیچ ہے ۔ وہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ انسان کے وجود اور دوسری مخلوقات کے وجود میں صرف اللہ کی ذات ہی جلوہ آرا ہے ۔

اقبال کو تصوف سے نہ کوئی عداوت ہے اور نہ کسی قسم کی رنجش ۔ وہ صوفیائے بے عمل کے منفی طرز عمل سے اختلاف رکھتے ہیں ۔ اکبر آلہ آبادی کے نام اپنے ایک خط میں وہ اس حقیقت کو صاف الفاظ میں واضح کرتے ہیں : ۔

" یہاں لاہور میں ضروریات اسلامی سے ایک متنفس بھی آگاہ نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صوفیہ کی دکانیں ہیں ، مگر وہاں سیرت اسلامی کی متاع نہیں بکتی ۔ " [1]

ایک دوسرے خط میں ڈاکٹر صاحب حافظ اور دیگر عجمی شعرا کی شاعری کے منفی اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے نیاز اللہ کاظمی کو لکھتے ہیں :

" تصوف کے متعلق میں خود لکھ رہا ہوں ۔ میرے نزدیک حافظ کی شاعری نے بالخصوص اور عجمی شاعری نے بالعموم مسلمانوں کی سیرت اور عام زندگی پر نہایت مذموم اثر کیا ہے ۔ اس واسطے میں نے ان کے خلاف لکھا ہے ۔ مجھے امید تھی کہ لوگ مخالفت کریں گے اور گالیاں دیں گے لیکن میرا ایمان گوارا نہیں کرتا کہ حق بات نہ کہوں ۔ " [2]

---

1 روح مکاتیب اقبال ــــ ص [illegible] ــــ محمد عبداللہ قریشی ــــ اقبال اکادمی لاہور ، پاکستان

2 روح مکاتیب اقبال ــــ ص 152 ــــ

اقبال نے ان دو خطوں میں جو اکبر الہ آبادی اور فصیح اللہ کاظمی کے نام لکھے گئے ہیں ، اس بات کا اظہار کیا ہے کہ تصوف کی مقصدیت اب باقی نہیں رہی ہے ۔ تصوف و طریقت کے تاجر دیدہ زیب دکانیں کھولے ہوئے ہیں ، لیکن ان دکانوں پر جس چیز کی کمی دکھائی دیتی ہے وہ "متاع اسلامی" ہے ۔ اسلام نے زندگی کے جو آداب و اطوار متعین کئے تھے ۔ انسان کی ظاہری اور باطنی زندگی کا جو نقشہ مرتب کیا تھا ، صوفیہ اب اسکی طرف متوجہ نہیں ، بلکہ چند رسومات طوبی و کرمی کو مقصد زندگی اور اصل شریعت و طریقت سمجھ لیا گیا ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ نکل آیا کہ مسلمانوں نے مجموعی طور پر وہ سلیقہ اور قرینہ کھو دیا اور وہ غیرت ، حمیت ، شجاعت اور مروت ان سے چلی گئی جس کی میراث انہیں اپنے اسلاف سے ملی تھی ۔ بال جبرئیل کی ایک غزل کے یہ اشعار موجودہ عہد کے نام نہاد صوفیا اور علماء پر ٹھیک ٹھیک صادق آتے ہیں :-

رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوز مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی
خراب کوشک سلطان و خانقاہ فقیر
فغاں کہ تخت و مصلیٰ کمال زراقی
کرے گی داور محشر کو شرمسار اک دن
کتاب صوفی و ملا کی سادہ اوراقی [1]

ان اشعار میں ڈاکٹر صاحب کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ صوفیا کے حلقوں میں وہ سوز و گداز ، وہ جاہ و جلال ، وہ حرکت و حرارت موجود نہیں ، جو کسی زمانے میں ان حلقوں کی رونق ہوا کرتی تھی ۔ برخلاف اس کے اقبال کے نزدیک صوفیا کرامتوں ، کرشموں ، اور کشف و الہام

---

1 بال جبرئیل ـــ ص 66 ـــ ڈاکٹر محمد اقبال ـــ اشعار منقول از کلیات اقبال ایجوکیشنل بک ہاوس ـــ علی گڈھ

کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ مشہور عالم دین مولانا سید سلیمان ندوی کے نام 13 نومبر 1917ء کے ایک مکتوب میں غیر اسلامی تصوف کو اسلام میں ایک اجنبی شے قرار دیکر اسپر یوں تبصرہ کرتے ہیں :-

"تصوف کا پودا اسلام کی سر زمین میں ایک اجنبی پودا ہے ۔
جس نے عجمیوں کی دماغی آب و ہوا میں پرورش پائی ہے ۔
غلوئی الذہد اور مسئلہ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ
سنبت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہیں ۔" 1

اقبال فلسفہ تصوف پر ایک بسوط مضمون لکھنے کی خواہش رکھتے تھے ۔ جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ حقیقی تصوف کے خدوخال دنیا کے سامنے آجائیں ۔ اور لوگ ان اسرا و معارف سے آگاہ ہو سکیں ۔ جن کا براہ راست تعلق تصوف و طریقت سے ہے ۔ وہ برابر علمأ وقت سے اس سلسلے میں خط و کتابت کرتے رہے اور یہ معلوم کرتے رہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں وہ مقامات کہاں کہاں پر ہیں ۔ جہاں تصوف و طریقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ خواجہ حسن نظامی کے نام ایک خط میں یوں مخاطب ہوں :-

"اس خط کے جواب کا انتظار ہے اور بڑی شدت کے ساتھ اب
ایک اور تکلیف دیتا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن شریف میں جس قدر
آیات صریحاً تصوف کے متعلق ہوں ۔ ان کا پتہ دیجئے ۔ سپارہ
اور رکوع کا پتہ بھی لکھیے ۔ اس بارہ میں آپ قاری شاہ سلیمان
پانسی اور صاحب سے مشورہ کر کے بہت جلد مفصل جواب دیں ۔

---

1 روح مکاتیب اقبال ـــ ص 189 ـــ محمد عبداللہ قریشی ۔ اقبال اکادمی پاکستان

اس مضمون کی سخت ضرورت ہے اور یہ گویا آپ کا کام ہے ۔
اگر قاری صاحب موصوف کو یہ ثابت کرنا ہو کہ مسئلہ وحدت الوجود
یعنی تصوف کا اصل مسئلہ قرآن کی آیات سے نکلتا ہے ، تو وہ
کون سی آیات پیش کر سکتے ہیں ، اور ان کی تفسیر کیا کرتے
ہیں ۔ کیا وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ تاریخی طور پر اسلام کو تصوف
سے تعلق ہے ۔ کیا حضرت علی رضؓ کو کوئی خاص پوشیدہ تعلیم دی
گئی تھی ۔ غرض کہ اس امر کا جواب معقولی اور منقولی اور تاریخی
طور پر مفصل چاہتا ہوں ۔ میرے پاس کچھ ذخیرہ اس امر کے متعلق
موجود ہے ۔ مگر آپ سے اور قاری صاحب سے استصواب ضروری ہے ۔
آپ اپنے کسی اور صوفی دوست سے بھی مشورہ کر سکتے ہیں ، مگر
جواب جلد آئے ۔" 1

علامہ اقبال کے شیدائیوں اور ماننے والوں کی ان کے زمانے میں بھی کمی نہیں تھی ۔ لیکن عوام و خواص میں کچھ اشخاص ایسے بھی تھے ، جو اپنی نجی محفلوں میں اور کبھی کبھار کھلے بندوں اقبال کو تصوف سے ناآشنا اور متصوفین کا دشمن گردانتے تھے ۔ ان کے پاس اس سلسلے میں علماء وقت شعرا اور تصوف کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کی طرف سے مسلسل خطوط آتے رہتے تھے ۔ جن خطوط میں اس امر کی وضاحت طلب کی جاتی تھی ۔ کہ آیا اقبال تصوف سے کلی طور منحرف ہیں ، یا تصوف کے کسی خاص پہلو سے اختلاف کرتے ہیں ۔ گذشتہ خطوط میں تصوف کے بارے میں اقبال کے رویّے کی تھوڑی سی وضاحت ہوئی ۔

---

1 اقبال اور مسلک تصوف ـــ ص 444 ـ 445 ـــ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۔
اقبال اکادمی پاکستان طبع اول ـــ 1977

لیکن اس خط کا نقل کرنا مناسب رہے گا ، جو اقبال نے ۷ مارچ ۱۹۱۵ء کو شاہ سلیمان پھلواری کے نام تحریر کیا تھا ۔ خط کے الفاظ یوں ہیں : -

"حقیقی اسلامی تصوف کا میں کیونکر مخالف ہو سکتا ہوں ، کہ
خود سلسلۂ قادریہ سے تعلق رکھتا ہوں ۔ میں نے تصوف کو آ
سے دیکھا ہے ۔"[1]

مندرجہ بالا سطور اس حقیقت کی صراحت کرتی ہیں ، کہ اقبال کو تصوف کا دشمن ٹھہرانا اور انہیں روح تصوف سے ناآشنا سمجھنا صریحاً ناانصافی ہے ، کیونکہ وہ خود اس بات کے معترف ہیں کہ انکی بیعت سلسلۂ قادریہ کی ہے اور یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ سلسلۂ قادریہ کی تصوف و شریعت کے حامیوں کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے ۔ اقبال جس بات سے دراصل متنفر ہیں وہ وہی غیر اسلامی افکار اور افراط و تفریط میں مبتلا نظام طریقت و روحانیت ہے جو شعوری اور غیر شعوری طور پر گذشتہ ایک ہزار سال سے مختلف رنگوں اور صورتوں میں ملّت اسلامیہ کی رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے ۔

اقبال اپنے عہد اور عہد گذشتہ کے ان اثرات کو تیز نگاہی اور مومنانہ بصیرت و فراست سے بھانپ رہے تھے ، جو عجمی تصوف اور نوافلاطونی فلسفہ کی وجہ سے شریعت کے نظام اور اقامت دین کے نصب العین پر مرتب ہو رہے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ نے کس قدر سخت لب و لہجہ اختیار کیا ، جسے بعد میں کچھ لوگوں نے نادانی سے تصوف دشمنی پر محمول کیا ، چنانچہ اس سلسلے میں وہ حافظ محمد اسلم جیراجپوری سے اپنے ایک خط مورخہ 17 مئی ۱۹۱۹ء میں یوں مخاطب ہیں : -

---

1 روح مکاتیب اقبال — ص 145 — محمد عبداللہ قریشی — اقبال اکادمی پاکستان

"اسرار پر "الناظر" میں تبصرے کا شکریہ (خواجہ حافظ کے متعلق
اشعار حذف کر دینے کی وجہ) تصوف جب فلسفہ بننے کی کوشش کرتا
ہے اور عجمی اثرات کی وجہ سے نظام عالم کے حقائق اور باری تعالیٰ
کی ذات کے متعلق موشگافیاں کر کے کشفی نظریہ پیش کرتا ہے ، تو
میری روح اس کے خلاف بغاوت کرتی ہے ۔" [1]

اقبال حقیقی اسلامی تصوف کو عملی شکل و صورت میں رائج دیکھنا چاہتے تھے ، لیکن وہ اس تصوف کا خاتمہ چاہتے تھے جو جسم و جان کے اندر جمود ، بے عملی اور بے ذوقی پیدا کرے ۔ اقبال کے نزدیک تصوف کوئی پڑھنے لکھنے کی شے نہیں تھی کہ ایک بار پڑھ لی اور وقتی فائدہ حاصل کر لیا اور بس ۔ بلکہ ان کے نزدیک تصوف ایک ہمہ گیر تحریک تھی ، جس کا تعلق جسم اور روح کی پاکیزگی سے ہے ۔ 4 جون 1929ء کو سید نذیر نیازی کے نام ان کا یہ خط بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ لکھتے ہیں : ۔

" تصوف لکھنے پڑھنے کی چیز نہیں ، کرنے کی چیز ہے ۔
کتابوں کے مطالعے اور تاریخی تحقیقات سے کیا ہوتا ہے ۔
کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے ، نہ کتابوں کے مصنف
کو ، نہ اس کے پڑھنے والے کو ۔ بہتر ہے کہ آپ کسی بہتر ہنر
کی تلاش میں ولایت جائیں ۔" (سید صاحب مزید تعلیم کے لئے
یورپ جاکر "اسلامی تصوف کا مطالعہ" موضوع تحقیق بنانا
چاہتے تھے)۔" [2]

---

1 روح مکاتیب اقبال ــــ ص 228 ــــ محمد عبداللہ قریشی اقبال اکادمی پاکستان

2 روح مکاتیب اقبال ــــ ص 387 ــــ محمد عبداللہ قریشی ۔ اقبال اکادمی پاکستان

تصوف کے بارے میں اقبال کا رویہ سمجھنے کے لئے ان کا وہ مقالہ بڑا مددگار و معاون ثابت ہوتا ہے ، جس پر انہیں جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے پی ، ایچ ، ڈی کی ڈگری ملی تھی ۔ مقالے کا عنوان Metaphysics in Persia ہے اور اس میں کئی ذیلی عنوانات ہیں ، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں ۔

حصہ اول : ۔ "قبل اسلامی فلسفۂ ایران"

حصہ دوم : ۔ یونانی ثنویت

حصہ سوم : ۔ اسلام میں عقلیت کا عروج و زوال

مقالے کے ایک اور باب کا عنوان "تصوف" ہے ، جس کے مختلف پہلوؤں پر اقبال نے تفصیلی بحث کی ہے ۔ اس باب کے دو عنوانات ہیں ۔ پہلا "تصوف کا ماخذ اور قرآن سے اس کا جواز" اور دوسرا "صوفیانہ مابعد الطبیعات کے پہلو" ۔ اس اہم علمی اور تحقیقی مقالے کی تمہید میں تصوف کی غرض و غایت واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"تصوف کے موضوع پر میں نے زیادہ سائنٹیفک طریقہ سے بحث کی ہے ، اور ان ذہنی حالات و شرائط کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے ، جو اس قسم کے واقعہ کو معرض ظہور میں لے آتے ہیں ۔ لہٰذا اس خیال کے برخلاف جو عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے ، میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تصوف ان مختلف عقلی و اخلاقی قوتوں کے باہمی عمل و اثر کا نتیجہ ہے ، جو ایک خوابیدہ روح کو بیدار کر کے زندگی کے اعلیٰ ترین نصب العین کی طرف رہنمائی کرتی ہیں ۔" [1]

---

1 فلسفہ عجم ص 12 ۔ ڈاکٹر محمد اقبال ۔ مترجم از انگریزی (مقالہ) میر حسن الدین مطبوعہ ۔ رفیق مشین پریس حیدرآباد دکن

تصوف اور اس سے متعلقہ مختلف امور کی اس مقالے میں شرح و بسط کے ساتھ صراحت کی گئی ہے۔

"صوفیانہ ادبیات کی اگر دقیق النظری سے تحقیق کی جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ تصوف نے حقیقت انتہائی پر تین نقاط نظر سے غور کیا ہے، جو ایک دوسرے کا اخراج تو نہیں کرتے، بلکہ اتطام کرتے ہیں۔ صوفیہ نے شاعر الذات ارادہ کو حقیقت کی اصلیت و ماہیت قرار دیا ہے، اور بعضوں نے جمال کو۔ لیکن بعض کا یہ دعویٰ ہے کہ حقیقت دراصل فکر، نور یا علم ہے، لہذا صوفیانہ تفکر کے تین پہلو ہیں۔" ان تین پہلوؤں کی، جو فکر تصوف سے متعلق ہیں، تشریح و توضیح کرتے ہوئے آگے چل کر اقبال لکھتے ہیں۔

(ا) حقیقت بطور شاعر الذات ارادہ کے

تاریخی ترتیب کے لحاظ سے ان میں سے پہلا نقطۂ نظر وہ ہے، جس کے نمائندے شقیق بلخی، ابراہیم ادہم اور رابعہ وغیرہ گذرے ہیں۔ یہ مکتب حقیقت انتہائی کو "ارادہ" اور کائنات کو اس ارادہ کی محدود فطرت خیال کرتا ہے۔ یہ درحقیقت توحیدی نقطۂ نظر ہے اور اسی لئے اسکی نوعیت زیادہ تر سامی ہے۔ اس مکتب کے صوفیہ کے نصب العین میں "طلب علم" غالب نہیں ہے۔ بلکہ تقدس، دنیا سے بے تعلقی اور خدا سے پوری محبت جو گناہ کے شعور سے پیدا ہوتی ہے، انکی زندگی کے مخصوص خدوخال میں سے ہے۔ ان کا مقصد فلسفیانہ غور و فکر نہیں، بلکہ زندگی کا ایک نصب العین قائم کرنا ہے۔ لہذا ہمارے نقطۂ نظر سے ان کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں۔

(ب) حقیقت بطور جمال کے

نویں صدی کے آغاز میں حضرت معروف کرخی نے تصوف کی یہ تعریف کی کہ " یہ حقایق ربّانی کا تعقل ہے۔" اس تعریف سے یہ ظاہر ہوتا کہ ایمان سے علم کی طرف بڑھنے کی تحریک شروع ہو گئی ہے ۔ لیکن اس سے پہلے دسویں صدی کے اختتام کے قریب القشیری نے حقیقت انتہائی کے تعقل کا طریقہ بیان کیا تھا ———— صوفیہ کے اس مکتب کے نزدیک انتہائی حقیقت یا " حسن ازلی " ان معنوں میں لا محدود ہے کہ یہ ابتدا و انتہا ، چہ وراست تحت و فوق وغیرہ جیسی قیود سے کلیتہً پاک ہے ۔ جوہر و عرض کا امتیاز لا محدود میں قائم نہیں رہتا ۔ جوہر اور حقیقت ایک دوسرے کی عین ہیں --------- صوفیانہ تفکر کے اس پہلو کا نوفلاطونیت کے اساسی تصورات سے موازنہ کیا جائے ، تو یہ زیادہ واضح ہو جائے گا ۔ نوفلاطونیت کا خدا موجود فی العالم بھی ہے اور ماورائی بھی ۔ چونکہ یہ تمام اشیاء کی علت ہے ، اس لئے یہ ہر جگہ موجود ہے اور چونکہ یہ تمام اشیاء سے الگ ہے ۔ اس لئے یہ کہیں بھی نہیں ہے ۔ اگر وہ صرف ہر جگہ ہوتا اور یہ نہ کہا جاتا کہ وہ کہیں نہیں ہے ، تو سب کچھ ہوتا (ہمہ اوست) بہرحال صوفی سنجیدگی سے کہتا ہے کہ خدا سب کچھ ہے :

(ج) تصوف کا تیسرا مکتب حقیقت کو نور یا فکر سمجھتا ہے ۔ جسکی ماہیت ہی اسکی متقاضی ہے کہ کوئی ایسی شے ہونی چاہیے جس کے متعلق فکر کی جائے یا جس کو منور کیا جائے ۔ تصوف کے ماقبل مکتب نے نوفلاطونیت کو ترک کر دیا تھا ، لیکن اس مکتب نے اس کو نئے نظامات فکر میں متبدل کر دیا ۔ اس مکتب کی مابعد الطبعیات کے دو پہلو ہیں

ایک کی نوعیت تو بالکل ایرانی ہے اور دوسرے پر سامی انداز
فکر کا خاص طور پر اثر پڑا ہے ۔ دونوں متفقہ طور پر یہ نظریہ
رکھتے ہیں کہ خود انتہائی حقیقت کی ماہیت میں ایک حقیقت
شریں موجود ہے ۔" 1

یونانی فلسفہ کی غلط روی ، تباہی اور اس سے پیدا شدہ شکوک و شبہات کی صوفیائے کرام نے جس انداز میں مخالفت کی اور مسلمانوں کے اجتماعی نظام کو بچانے کی جو کوشش کی گئی اسکو سراہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں : ۔

" تحکم و عقاید کے حامی الغزالی ، الرازی ، ابوالبرکات اور آمدی
وغیرہ ہم نے یونانی فلسفہ کی پوری تعمیر پر حملے کئے اور
ابو سعید سیرانی ، قاضی عبدالجبار ابوالمعانی ابوالقاسم ،
اور سب سے بڑھکر دقیق النظر ابن تیمیہ اس قسم کے کلامی
محرکات سے متاثر ہو کر یونانی منطق کی خلقی کمزوریوں کو منظر عام
پر لانے لگے ۔ یونانی فلسفہ کی تنقید میں ان مفکرین کو بعض قابل
صوفیہ جیسے شہاب الدین سہروردی سے بھی مدد ملی ۔ انہوں
نے اپنی ایک تصنیف میں جو " کشف الفضائح الیونانیہ " کے نام سے
موسوم ہے یونانی فلسفہ کا ابطال کرتے عقل خالص کی بیچارگی
کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔" 2

---

1 فلسفہ عجم ــ ڈاکٹر محمد اقبال (ترجمہ از انگریزی میر حسن الدین ۔ ص ۔ 112 ۔
مطبوعہ رفیق پریس مچھلی کمان حیدرآباد دکن 1956 ع ــ ص 116 ۔ 115 ۔

2 فلسفہ عجم ــ ڈاکٹر محمد اقبال (ترجمہ از انگریزی میر حسن الدین) ص 122

Reconstruction of religious thought in Islam

یعنی تشکیل جدید الہیات اسلامیہ اقبال کے ان انگریزی خطبات کا مجموعہ ہے ، جو انہوں نے مدراس میں دئیے ، اور جو درج ذیل عنوانات پر مشتمل ہیں :-

1) علم اور مذہبی مشاہدات

2) مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار

3) ذات الٰہیہ کا تصور اور حقیقت دعا

4) خودی ، جبروقدر ، حیات بعد الموت

5) اسلامی ثقافت کی روح

6) الاجتہاد فی الاسلام

7) کیا مذہب کا امکان ہے ؟

یہ خطبات اقبال کے اعلیٰ تصورات ، احساسات اور حیات و کائنات کے بارے میں ان کے نظریات کا ایک تحریری شاہکار ہے ۔ اقبال نے ان خطبات میں تصوف کے مسائل و معاملات پر بھی فاضلانہ انداز میں بحث کی ہے ، اور اسلامی و رہبانی تصوف کے فرق ، صوفیہ کے مشاہدات و محسوسات کا بھر پور جائزہ لیا ہے ۔

" مذہبی پہلو سے دیکھا جائے تو تصوف عبارت ہے ، اس بغاوت سے جو فقہائے متقدمین کی لفظی حیلہ تراشیوں کے خلاف پیدا ہوئی ، اس سلسلے میں سفیان ثوری کی مثال ہمارے سامنے ہے ، جن کا شمار اس عہد کے بہترین قانونی دماغوں میں ہوتا ہے ۔ اور تقریباً ایک مذہب فقہ کی بنا ڈال چکے ہیں ، لیکن جن کے دل و دماغ پر چونکہ روحانیت کا غلبہ تھا ، لہذا فقہائے معاصرین کی خشک بحثوں سے بد دل ہوکر انہوں نے بالآخر رہبانی تصوف کے ظنی پہلو کا جس کا آگے چل کر نشو و نما ہوا سمطمح ہے ، وہ آزاد خیالی

کی ایک شاخ تھا اور اسلئے عقلیت کا حلیف ۔ اس نے ظاہر و باطن پر زور دیا ۔ اور اس طرح ہر اس چیز سے جس کا تعلق حقیقت کے بجائے مشہودات سے تھا ۔ کنارہ کشی کر لی ۔

پھر جیسے جیسے تصوف کے اندر الحاد یا دوسری دنیا کی روح سرایت کرتی چلی گئی اسلام کا یہ نہایت اہم پہلو کہ وہ ایک نظام مدنیت بھی ہے ۔ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ۔ لہٰذا جہاں تک ظن و قیاس کا تعلق ہے ان کے غور و فکر پر بھی کوئی روک باقی نہ رہی ۔ وہاں کا سلسلہ جہاں تک چاہیے پھیلا سکتے تھے ۔ یہ صورت حال تھی جس میں مسلمانوں کے بہترین دل و دماغ تصوف کی طرف کھینچنے لگے اور بالآخر اسی میں جذب ہو کر رہ گئے ۔ اسلامی ریاست کی باگ ڈور اب متوسط درجے کے افراد ۔ یا بے علم عوام کے ہاتھوں میں تھی ۔ تا آنکہ ایسا کوئی باہمت اور اولوالعزم انسان باقی نہ رہا جو انکی رہنمائی کرتا ۔ لہٰذا انہیں اپنی عافیت اسی میں نظر آئی کہ مذاہب فقہ کی اندھا دھند تقلید کرتے چلے جائیں ۔" 1

"تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" میں اقبال نے صوفیا کے مشاہدات اور احوال واشغال کا بالاستیعاب جائزہ لیا ہے ۔ اور اس تصوف کو سراہا ہے ۔ جس سے انسان عرفان ذات اور معرفت رب کا اہل ہو سکتا ہے ۔ تصوف کے سلسلے میں اقبال کا رویہ اور ردّ عمل جہاں ان کے خطوط ۔ ڈاکٹر یٹ کے مقالے ۔ اور تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ سے کسی حد تک واضح ہو گیا ۔ وہاں اس رویّے کی پوری عکاسی انکی اردو اور فارسی شاعری میں ملتی ہے ۔ جس کے مطالعہ کے بغیر نتائج اخذ کرنا بڑا ہی مشکل معاملہ ہے ۔ متعدد مقامات پر

---

1 تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ـــ ص 231 ـ 232 ـــ ڈاکٹر محمد اقبال
ترجمہ از انگریزی سید نذیر نیازی ـــ بزم اقبال کلب روڈ ۔ لاہور

اقبال نے تصوف کا لفظ براہ راست استعمال کیا ہے ۔ لیکن ایسے بھی مقامات ہیں جہاں تصوف سے متعلق الفاظ و اصطلاحات استعمال ہوا ہیں ۔

اقبال کو بزرگان دین ، اولیأ کاملین اور صوفیأ و مشائخ سے محبت ہی نہیں ، بلکہ گہری عقیدت و نسبت بھی تھی ۔ اپنے زمانے کے بزرگوں اور عالموں کی مجالس میں اقبال بڑی نیازمندی کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے ۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اولیأ کرام اور صوفیائے عظام نے اپنے اپنے دور میں لوگوں کی اصلاح و تربیت میں بنیادی کردار ادا کیا ہے ۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ "اہل تصوف خصوصاً ہندوستان کے صوفیائے عظام نے اسلام کو وہ رونق بخشی اور بجائے تیر و تلوار کے محض حسن عمل اور اخلاق محمدی ؐ کے ذریعے اسکی وہ اشاعت کی کہ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں چھ کروڑ یقیناً ان ہی بزرگوں کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔" 1

علامہ اقبال نے اپنے فکری اور روحانی سفر میں حضرت جلال الدین رومی کو رہبر و رہنما تسلیم کرنے میں فخر و مسرت کا اظہار کیا ہے ۔ پیر رومی کی ایک ایک بات مزید بلندی کے لئے نشان راہ ثابت ہوتی رہی ۔ رومی کی معرکۃ الآرأ مثنوی کے گہرے نقوش اقبال کی شاعری میں نمایاں نظر آتے ہیں ۔

پروفیسر نکلسن نے "اسرار" کے ترجمے کے دیباچے میں لکھا ہے : ۔

"Much as he dislikes the type of Sufism, exe loited by Hafiz, he pays homage to the pure and profound genius of Jallalu-Din's thought. He rejects the doctrine of self-

---

1 اقبال اور مسلک تصوف ۔۔۔ ص 405 از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی
ناشر ۔۔۔ اقبال اکادمی پاکستان

abandonment taught by the great Persian mystic and does not accompany him in his panthiestic flights."*1

ترجمہ : -

اگرچہ وہ اس تصوف کا بہت مخالف ہے ، جو حافظ پیش کرتا ہے ، تاہم جلال الدین رومی کی عبقریت کو وہ خراج عقیدت پیش کرتا ہے - عارف رومی کے تصور ترک خودی کو وہ قبول نہیں کرتا اور اسکی وجودی (وحدت الوجود) پرواز میں اسکا ساتھ نہیں دیتا -

لواطئی وارفع تصورات و تخیلات کے جو گوشے رومی نے ان پر ظاہر کئے ، اقبال نے اس احسان عظیم پر رومی سے اپنی گہری وابستگی اور عقیدتمندی کا جابجا اظہار کیا ہے -

ہم خوگر محسوس ہیں ساحل کے خریدار
اک بحر پر آشوب و پر اسرار ہے رومی
تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال
جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی
اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیغام²

اقبال اصلاحی اور اسلامی تصوف کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اس کے حامی بھی تھے - تصوف کی طرف ان کا میلان آبائی تھا لیکن انہوں نے اس تصوف کو قابل اعتراض سمجھا جو مجاہدوں کے بجائے مجاوروں کو جنم دیتا ہو - رہبانیت اور ترک جہاد اور اسی قبیل کی تعلیمات دینے والے اشخاص اقبال کے نزدیک ایک قوم کے بدترین دشمن ہوتے ہیں - قرآن پاک کی مرکزیہ تعلیم نہیں کہ دنیا چھوڑ دی جائے اور تسبیح و مناجات

---

1. Extract from "Iqbal Aur Tasuf ____ p. 15
By Professor Mohammad Farman
Published by Taj Publishing House
Jamia Masjid Delhi (6)

2 بال جبرئیل — ص 440 - 441 - ڈاکٹر محمد اقبال - اعتقاد پبلشنگ ہوس ، دہلی

کو ذریعہ نجات سمجھا جائے ۔ ترک دنیا کی تعلیم دینے والے درویشوں کا ذکر کرتے
ہوئے اقبال کہتے ہیں :-

اس قرآن میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پروین کا امیر [1]

ایک دوسرے موقعے پر انسان کی عظمت اس کے اشرف المخلوق ہونے اور مرد مومن کے مقام
کا تعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

عروج آدم خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں ، یہ ستارے ، یہ نیلگوں افلاک
جہاں تمام ہے میراث مرد مومن کی
مرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک [2]

اقبال کا یہ شعر مومن کی انقلابی اور مجاہدانہ سیرت کی بھرپور وضاحت ہے :

یا گنبد افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات [3]

ممتاز عالم دین مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے "عارف ہندی کے ساتھ ملاقات"
کی مختصر روداد بیان کرتے ہوئے تصوف کے بارے میں اقبال کے خیالات کا خلاصہ ان
الفاظ میں پیش کیا ہے ۔

"آپ نے تصوف کے ذکر میں بعض صوفیہ کے فکری غلو پر تنقید
کی اور وجد و سماع کے بارے میں کہنے لگے کہ صحابہ کرامؓ

1

2

3

کو بجائے ان خیال آرائیوں کے شہسواری اور جانسپاری میں
میں طرب و اہتزاز اور راحت و مسرت محسوس ہوتی تھی ۔
ہندوستان میں اسلام کی تجدید و احیاء کی بات نکلی ، تو
شیخ احمد سرہندی ، شاہ ولی اللہ دہلوی اور سلطان
محی الدین عالمگیر کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ میں ہمیشہ
کہتا ہوں کہ اگر ان کا وجود اور ان کی جدوجہد نہ ہوتی ۔
تو ہندوستانی تہذیب اور فلسفہ اسلام کو نگل جاتا ۔" [1]

اقبال کے خیال میں اقوام و ملل کی تقدیر ساز ی اس مرد درویش کے ہاتھ میں ہے ۔ جس نے شہنشاہی کے تصور کو پامال کیا اور فقیر ی میں امیری کے جلوے دکھائے ۔ جس کی گردن کسی جہانگیر کے آگے خم نہ ہو سکی اور جس کے ماتھے پر ارادہ حق میں مصائب و مشکلات آتے آتے کبھی شکن نہ پڑ سکی ۔

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ [2]

اقبال کے نزدیک ایک سچے اور اچھے مسلمان کی نشانی اس کی بے باکی ، ظالموں کے سامنے بے خوفی اور مال دنیا سے بے نیازی ہے ۔ یہ صفات جب مسلمانوں کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھیں ، تب وہ غالب اور بہتر حیثیت کے مالک تھے اور جب سے یہ صفات معدوم اور مفقود ہوتی چلی گئیں ۔ مسلمان اپنی طاقت ، شجاعت اور عظمت سے محروم ہو کر رہ گئے ۔ اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں :

---

1 نقوش اقبال ـــ ص 33 ـــ سید ابوالحسن علی ندوی
مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنو ایڈیشن دوسرا
2

فقیراں تا بہ مسجد صف کشیدند

گریبان شہنشاہاں دریدند

چوں آں آتش درون سینہ افسرد

مسلماناں بہ درگاہاں خزیدند [1]

ملت اسلامیہ کے شاندار ماضی کی روایات ہمیشہ اقبال کے سامنے رہتی تھیں۔ لیکن جو میلانات مسلمانوں کے اندر عام ہو رہے تھے، ان سے اقبال کو ایک تشویش سی لاحق تھی ارمغان حجاز میں "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کے زیر عنوان مختلف مسائل کی طرف جو دنیا میں اقوام و ملل کی آپسی رسہ کشی کا سبب بنے ہوئے ہیں، نشاندہی کی ہے۔ اس طویل نظم کے آخری حصے میں اقبال نے ان باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر کرنے اور مختلف طبقوں کو دست و گریبان کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔

ابن مریم مر گیا یا زندۂ جاوید ہے

ہیں صفات حق، حق سے جدا یا عین ذات

آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے

یا مجدّد جس میں ہوں فرزند مریم کی صفات

ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم

امت مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات [2]

ابلیس اپنے مشیروں کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ملّی اتحاد، انکی اجتماعیت اور باہمی ربط و انسلاک کا خاتمہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انہیں ایسے مسائل میں

1

2 ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال اردو ص ٦٥٥ ۔ اعتقاد پبلیشنگ ہاوس سوئی والان دہلی

الجھا دیا جائے ، جو انکو کسی اور طرف متوجہ نہ ہونے دیں ۔ انہیں دلوں کو خوابیدہ کرنے والے اشعار اور بے روح تصوف کی پیچیدگیوں میں الجھا دیا جائے تاکہ زندگی کی کشمکش اور حرکت و حرارت ان کی نظروں میں بے معنی ہو کر رہ جائے ۔

تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تا بساط زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اسکی آنکھوں سے تماشائے حیات
مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کردو مزاج خانقاہی میں اسے [1]

اس موقعے پر اقبال نے شاعری کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے ۔ دراصل یہ اشارہ ہے اس شاعری کی طرف جو سوز و ساز ، حرکت و عمل کے بجائے بے ذوقی اور بے عملی کو جنم دے اور جس میں فرضی اور تصوراتی محل تعمیر کئے جاتے ہوں ۔ اقبال کو شعرو شاعری کی وجہ سے ساری دنیا جانتی ہے ، لیکن وہ کس شعر کے قائل ہیں بال جبرئیل میں اسکی یوں صراحت ہوئی ہے :

عزیز تر ہے متاع امیر و سلطاں سے
وہ شعر جس میں ہو بجلی کا سوز و براقی

اقبال نے اپنی شاعری میں تصوف کے مقامات مثلاً فقر ، صبر ، سلوک ، جذب ، فنا ، وغیرہ کا جابجا تذکرہ کیا ہے ۔ اور ان امور کو صوفیا کی امتیازی صفات میں

---

1 ڈاکٹر محمد اقبال ـــ کلیات اقبال اردو ـــ ص 656 ۔ مطبوعہ اعتقاد پبلیشنگ ہاوس سوئی والان ، نئی دہلی

شمار کیا ہے ۔اقبال کے نزدیک جرات و ہمت ، غیرت و حمیت ، اور جذبہ و شوق کے بغیر کوئی کام مکمل نہیں ۔اپنی ایک غزل میں اقبال نے عشق اور عقل ، امیری اور فقیری ، حق اور باطل کا فرق بڑے بلیغ انداز میں واضح کیا ہے :۔

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ
یک رنگی و آزادی ، اے ہمت مردانہ

یا سنجر و طغرل کا آئین جہاں گیری ،
یا مرد قلندر کے انداز ملوکانہ

یا حیرت فارابی یا تاب و تب رومی
یا فکر حکیمانہ ، یا جذب کلیمانہ

یا عقل کی روباہی ، یا عشق ید اللٰہی
یا حیلۂ افرنگی ، یا حملۂ ترکانہ

یا شرع مسلمانی ، یا دیر کی دربانی
یا نعرۂ مستانہ ، کعبہ ہو کہ بت خانہ

میری میں فقیری میں ، شاہی میں غلامی میں
کچھ کام نہیں بنتا بے جرأت رندانہ [1]

اقبال کا فکر نظریاتی بنیادوں پر استوار تھا ۔تصوف کے بارے میں بھی ان کی رائے فرضی تصوراتی یا خالی تعلق و انسلاک کی نہیں ، بلکہ وہ رائے بھی مستحکم علمی اور عملی بنیاد پر قائم ہے ۔پروفیسر آل احمد سرور کا یہ اقتباس ہماری توجہ کا مستحق ہے ۔

---

1 ڈاکٹر محمد اقبال ۔ کلیات اقبال اردو ۔ ص ۳۵۵ ۔ ۳۵۶ ۔ اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس ، دہلی

" بعد میں جوں جوں اقبال کا ملّی شعور پختہ ہو گیا ، ان کا فلسفہ خودی بھی نکھرتا گیا ، اور تصوف کے فرسودہ نظریے پر پہنچنے والے خانقاہی نظام کی کمزوریاں اور کوتاہیاں بھی نمایاں ہوتی گئیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ اسرار خودی اور رموز بے خودی میں واضح کئے گئے خود آگہی کے انفرادی اور اجتماعی شعور کے تناظر میں اقبال کے ان بنیادی اور اندیشوں کی اصولی نوعیت کو سمجھا جا سکتا ہے ۔ علامہ کا تصور حیات ایک حرکت پسند تصور تھا ۔ جس کے مطابق زندگی ایک حرکت مسلسل ہے ۔ ایسی حرکت مسلسل جو اپنی راہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو بہا کر اپنے اندر تحلیل کر دیتی ہے ۔ جبھی تو زندگی جاوداں ، پیہم رواں ، ہر دم جواں بن جاتی ہے ۔ " 1

اقبال کا فارسی کلام واقعی تصوف کے اسرار و معارف کا ایک خزانہ ہے ۔ اس کے بالاستیعاب مطالعے سے ایک قاری کے سامنے تصوف کے سلسلے میں سینکڑوں نکتے آجاتے ہیں ۔

" مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق " میں فلسفۂ تصوف کے اہم عنصر ، فقر ، پر بہتر اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم تحریر کی ہے ۔ اس نظم میں الفقر فخری والفقر منّی کے آئینے میں فقر کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور فقر کے سبب مرتب ہونے والے اثرات کی وضاحت کی ہے ۔ صوفیائے صافیہ نے اپنی تصنیفات اور ملفوظات میں اس اصطلاح کا بار بار استعمال کیا ہے ۔ اقبال نے صوفیہ کی اہم اصطلاح کو کیسے استعمال کیا ہے :

---

1 آل احمد سرور ــــ اقبال اور تصوف ــــ ص 131 ــــ اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی سرینگر

چیست فقر اے بندگان آب وگل

یک نگاہ راہ بین زندہ دل

فقر کار خویش را سنجیدن است

بر دو حرف لاالٰہ پیچیدن است

فقر خیبر گیر با نان شعیر

بستہ فتراک او سلطان و میر

فقر بر کرّو بیاں شب خوں زند

بر نوامیس جہاں شب خوں زند [1]

فقر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

فقر قرآں احتساب ہست و بود

نے رباب و مستی ورقص و سرود

فقر مومن چیست؟ تسخیر جہات

بندہ از تاثیر او مولا صفات

فقر چوں عریاں شود زیر سپہر

از نہیب او بلرزد ماہ و مہر

فقر عریاں بانگ تکبیر حسین

فقر را تا ذوق عریانی نماند

آں جلال اندر مسلمانی نماند [2]

---

1 ڈاکٹر محمد اقبال ۔۔۔ پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق ۔ ص 45 ۔ ناشر کتب خانہ نذیریہ اردو بازار دہلی

2

اقبال تصوف کے کسی بھی پہلو کے خلاف نہیں ، لیکن جب تصوف فلسفہ بن جاتا ہے ۔ تو اقبال اس وقت اس سے انحراف کرتے ہیں ۔ پروفیسر سرور نے اسکی توضیح ان الفاظ میں کی ہے ۔

" اقبال اور تصوف کا موضوع بہت دلچسپ ہے ۔ رابرٹ فراسٹ نے کہا تھا کہ میرا اور زندگی کا جھگڑا دو پریمیوں کا جھگڑا ہے ۔ اقبال کا تصوف کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے ۔ اقبال کو بچپن سے ہی ایک صوفیانہ ماحول ملا ۔ پیروں ، فقیروں سے انہیں بڑی عقیدت تھی ۔ وہ قادریہ سلسلے میں بیعت بھی تھے ـــــــ وہ تصوف پر نہیں ، بلکہ تصوف کے فلسفہ بننے پر اعتراض کرتے ہیں ۔ تصوف جب تک اخلاص فی العمل رہتا ہے ۔ وہ اسکی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں ۔ مگر جب وہ شریعت سے الگ ایک طریقت کی راہ اختیار کرتا ہے ، جب وہ زندگی اور عمل سے فرار سکھاتا ہے ۔ جب وہ دنیا اور کار دنیا کو لا حاصل کہنے پر اصرار کرتا ہے ۔ تو انکی روح اس سے ابا کرتی ہے ۔ "[1]

اقبال کے معاصرین ، ناقدین ، اور معترضین اپنے اپنے انداز میں اقبال کے نظریۂ تصوف کی تشریح و توضیح کر چکے ہیں ۔ اقبال کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال ۲۷ دسمبر 1977ء کو اقبال صدی تقریبات کے سلسلے میں دہلی تشریف لائے تو انہوں نے ایک انٹرویو میں متنوع مسائل و معاملات پر گفتگو کی ، مذکورہ انٹرویو " اقبال کی ترجمانی (انکے صاحبزادے کی زبانی) کے عنوان سے مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی کی جانب سے چھپا ہے ۔

---

1 آل احمد سرور ـــ اقبال اور تصوف ـــ ص ۵ ـ ۷ ـــ اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی سرینگر

تصوف کے سلسلے میں اقبال کے رویے کے بارے میں پوچھنے گئے ایک سوال کا جواب ڈاکٹر جاوید اقبال نے ان الفاظ میں دیا ہے - "میرے دادا جان انتہائی نیک اور صوفی منش آدمی تھے - وہ قادریہ سلسلہ میں بیعت تھے - اس کا فطری اثر یہ ہوا کہ والد صاحب بھی تصوف کی طرف مائل تھے - اور سلسلہ قادریہ میں بیعت بھی ہوگئے لیکن یورپ پہنچے ، تو ان کے افکار و خیالات میں بڑا انقلاب آیا - علامہ نے دیکھا کہ کس طرح مغرب نظام اسلامی اور فلسفۂ اسلام کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے - انہوں نے روایتی تصوف" کے نظریہ کو ذہن سے نکال پھینکا - وہ سمجھ گئے کہ یہ نظریہ خود اسلام کے حق میں مضر ہے - اسلامی فکر سے وہ قطعاً ہم آہنگ نہیں ہے - علامہ بس ایسے تصوف کے ہم نوا تھے - جو سرمایہ خودی کو بیدار کر کے اعلٰی ترین نصب العین کی طرف رہنمائی کر سکے ، ایسا تصوف جو مومن کو سماجی زندگی سے الگ کر دے - اور اس میں جمود کی کیفیت پیدا کر دے - علامہ کے نزدیک وہ مسلمانوں سے ہم نہیں - وہ اکثر فرمایا کرتے تھے ، ایسا تصوف اسلام کے لئے سخت مضر ہے - اسی بات کو بڑے خوبصورت انداز میں انہوں نے اپنے ایک شعر میں کہا ہے :

محکوم کو پیروں کی کرامات کا سودا
ہے بندۂ آزاد خود اک زندہ کرامت[1]

---

1 محمد جاوید اقبال ـــ (مرتب) اقبال کی ترجمانی ـــ ص 14 - 15 مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی اپریل 1978ء